روادار اور پرامن معاشرے کے قیام میں نوجوان نسل کا کردار

سمیرا وسیم

کسی بھی ملک وقوم کا قیمتی سرمایہ ہوتے ہیں کیونکہ یہی نوجوان طبقہ مستقبل کی بھاری ذمہ داریاں سنبھالتا ہے۔ کسی ملک کا نوجوان طبقہ ذہین، مستعد اور محبِّ وطن ہے تو وہ قوم یقیناً معاشی وسیاسی طور پر مستحکم ہوگی لہذا ہمارے نوجوان طبقہ کیلئے اپنی صلاحیتوں کا بہترین استعمال ضروری کیونکہ آج کے اسی نوجوان کوکل کا قانون دان، سیاستدان، ڈاکٹر انجنیئر ، سائنسدان ،ادیب، صحافی اور رہنما بنتا ہے ۔ آج پاکستان لاتعداد مسائل کا شکار ہے جن میں دہشت گردی ،انتہا پسندی اور عدم برداشت سرِ فہرست ہیں۔

آج ہمارے معاشرے میں رشوت، سفارش، اقربا پروری، خوشامد، کام چوری، فرسودہ رسم ورواج اور دیگر سماجی خرابیاں دن بدن بڑھ رہی ہیں۔ معاشرے میں جذبہ ہمدردی، باہمی محبت اور عدل انصاف جیسے احساسات کم ہو رہے ہیں۔ ہر شعبہ زندگی میں خودغرضی اور مفاد پرستی نے جگہ لے لی ہے۔ اتفاق واتحاد کی بجائے تفریق ،تنگ نظری اور منافقت نظر آ رہی ہے۔ علاقائی اور لسانی تعصّبات نے ہماری جڑیں کھوکھلی کردی ہیں جس کی بہت سی وجوہات ہیں۔ ڈاکٹر محمد وسیم اکبر لکھتے ہیں کہ دور جدید میں غصہ اور چڑ چڑا پن پیدا ہونے کی بہت ہی وجوہات ہیں جن سے بے روزگاری ،ناانصافی، مہنگائی ، خاندانی، رقابت ، کاروباری جھگڑے اور ذرائع ابلاغ سے نشر ہونے والے منفی پروگرام ہیں۔ ایسے حالات میں ہمارے نوجوان طبقہ پر بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اس صورت حال کو بہتر بنانے میں کردار ادا کریں۔

معاشرہ کیا ہے۔ معاشرے کی تعریف

معاشرہ معاشرت سے اخذ ہے جس کے معنی مل جل کر زندگی بسر کرنے کے ہیں۔ مگر معاشرہ کی اصطلاح عمرانیات کے نقطہ نظر سے ایک مخصوص معنی کی ہے۔ اسے وسیع اور محدود دونوں معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ وسیع معنی میں تمام نسلِ انسانی کو معاشرہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور محدود معنی میں اس سے مراد وہ گروہ لیا جاتا ہے جو کچھ لوگوں یا خاندانوں پر مشتمل ہوتا ہے ۔ معاشرے کے کئی دیگر تعریفوں سے بھی اخذ ہوتا ہے کہ معاشرہ انسانوں کے باہم مل جل کر رہنے کا نام ہے۔ یہ باہم مل کر رہنا اور آپس کا ملاپ جتنا قریبی اور حقیقی ہوگا اتنا ہی وہ معاشرہ صحت مند سمجھا جائے گا اور اگر اس معاشرے کے رہنے والے

لوگ ایک ساتھ رہنے کے باوجود حقیقی قرب اور محبت و اخوت کے جذبات سے عاری ہوں گے تو اس معاشرے میں دوریاں پیدا ہوتی چلی جائیں گی۔ان دوریوں سے آپس میں بدگمانیاں پیدا ہوں گی جو آگے چل کر تلخیوں کی شکل اختیار کر لیں گی۔یہ وہ مقام ہے جہاں پہنچ جانے کے بعد معاشرہ میں استحکام باقی نہیں رہتا ہے۔اس صورت حال کا گہری نظر سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ معاشرہ بظاہر تو بہت سارے انسانوں سے مل کر بنتا ہے لیکن حقیقت میں اس کی ابتدا ایک فرد سے ہوتی ہے۔ایک فرو جب محبت کے جذبات لے کر دوسرے فرد کی طرف بڑھتا ہے تو وہیں سے معاشرے کی کونپل پھوٹے لگتی ہے اور یہ بڑھتے ہوئے قدم جیسے جیسے جمتے جاتے ہیں ویسے ویسے معاشرے کی کونپل مضبوط ہوتی جاتی ہے جو بالآخر ایک تناور درخت بن جاتی ہے۔اسی طرح معاشرے کی بربادی بظاہر تو افراد کے آپس کے فساد اور تلخیوں کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے مگر حقیقت میں اس فساد کا پہلا شعلہ اس وقت سلگنے لگتا ہے جب محبت کے بجائے نفرت پیدا ہوتی ہے تو یہ اس معاشرے میں خرابی کی بنیاد بن جاتی ہے۔

پرامن معاشرہ اور قانون کی حکمرانی

ڈاکٹر محمد فاروق خان لکھتے ہیں کہ ایک فلاحی معاشرہ میں قانون سب سے بالاتر ادارہ ہوتا ہے اور کوئی بھی فرد کسی بھی حیثیت میں قانون سے بالاتر نہیں ہوسکتا۔رشوت اور سفارش کے ذریعے قانون کو خریدنے کا تصور ناپید ہوتا ہے۔سیاسی یا معاشرتی پوزیشن کی وجہ سے بھی قانون پر دباؤ ڈالنا ناممکن ہوتا ہے اور کوئی بھی فرد کسی بھی وقت کسی بالاتر قوت کے خلاف عدالت کا دروازہ کھٹکھٹا سکتا ہے۔فلاحی معاشرے میں جمہوریت وسیاست نہایت مستحکم بنیادوں پر استوار ہوتی ہے۔سیاسی تنظیمیں نظریات اور پروگرام کی بنیاد پر استوار ہوتی ہے اور شخصیات کی حیثیت ثانوی ہوتی ہے۔حیرت انگیز طور پر تمام فلاحی معاشروں میں ریاست کی نظریاتی اساس مکمل اور واضح طور پر متعین ہوچکی ہے۔مغربی مما لک میں یہ اساس سیکولرازم، انفرادی آزادی،جمہوریت،قوم پرستی اور فلاحی مملکت کا قیام ہے۔

رواداراور پرامن معاشرہ ایک طے شدہ عمل کا نتیجہ ہے۔ اس کیلئے حکومت،سماجی کارکنان،میڈیا،عدلیہ علماء کرام،اساتذہ اور علماء کی خدمات درکار ہیں کیونکہ پرامن معاشرہ ترقی وخوشحال کا ضامن ہے۔

محمد موسی بھٹو لکھتے ہیں کہ معاشرہ کیلئے ایک بڑا خطرہ اختلاف کو برداشت کرنے اور صبر وتحمل اور بردباری کی بجائے

غصہ، اشتعال اور غیض وغضب کا مظاہرہ ہے جس سے قومی زندگی انتشار اور فساد سے بھر جاتی ہے، سیاسی جماعتوں کا اسمبلی سے لے کر کارکنوں کی سطح تک ایک دوسرے کے عدم برداشت پر مبنی رویئے کا مظاہرہ، مذہبی جماعتوں کا ایک دوسرے کو برداشت نہ کرنا، صنعتکاروں اور تاجروں کی ایک دوسرے کے خلاف محاذ کھڑا کرنا، لسانی قومیتوں کا ایک دوسرے کے خلاف صف آراء ہونا اور اسی طرح اشتعال، جذبات اور غصہ کی نفسیات ہمارا قومی مزاج بن چکی ہے۔

امن کیا ہے؟

اہل علم امن کی تعریف عدم جنگ کے الفاظ میں کرتے ہیں۔ ضمنی اعتبار سے یہ تعریف بالکل درست ہے۔ کسی سماج میں جب تشدد اور جنگ نہ ہو تو اس کا نام امن ہے تاہم کسی سماج میں امن کی حالت قائم ہونا اتنا سادہ نہیں ہے کہ وہاں جنگ اور تشدد کا خاتمہ ہو گیا۔ جب کسی سماج کے اندر حقیقی معنوں میں امن کی حالت قائم ہو جائے تو اس معاشرے میں مثبت سرگرمیاں دیکھی جائیں گی۔ ہر فرد یکسوئی کے ساتھ اپنی زندگی کی تعمیر میں لگ جائے گا۔ انسانی زندگی بہتے دریا کی مانند خود اپنے زور پر رواں دواں ہونا چاہتی ہے۔ وہ صرف اس وقت رکتی ہے جب کہ اُس کے سامنے کوئی رکاوٹ کھڑی کر دی جائے۔ رکاوٹ نہ ہو تو خود فطرت کے زور پر زندگی کی تمام سرگرمیاں جاری ہو جائیں گی۔

امن آزادی کا ایک عمل ہے نہ کہ مجبوری کا عمل، پر امن معاشرہ ذہنی تربیت اور فکری انقلاب کے ذریعے وجود میں لایا جا سکتا ہے۔ عملی اعتبار سے امن تمام مطلوب چیزوں میں سے سب سے اہم ہے اور اس کے بغیر کسی قسم کی ترقی نہیں ہو سکتی۔

پر امن معاشرے کی اساس

پاکستانی قومیت کے صحیح شعور کا یہ تقاضا ہے کہ اہل وطن کے درمیان اسلامی اخوت کے جذبے کو زیادہ سے زیادہ مضبوط و مستحکم کیا جائے اور تعصّبات اور محدود گروہی مفادات کا قلع قمع کر سکتا ہے۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ (مسلمان دراصل آپس میں بھائی بھائی ہیں) کا قرآن مجید میں اہل ایمان کو تاکید فرمادی گئی کہ وہ اللہ کے دین کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں اور تفرقے میں مبتلا نہ ہو جائیں ارشاد ہوا ہے کہ:

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ..(**آل عمران ۱۰۳**) ترجمہ: (اے اہل ایمان!) سب مل کر اللہ کی رسی کو مظبوط پکڑ لو اور تفرقہ میں نہ پڑو۔ رسول اللہ ؐ کا ارشاد ہے کہ مسلمان مسلمان کے لیے عمارت کی طرح ہے جس کا ایک حصہ دوسرے کو قوت پہنچاتا ہے۔

معاشرے میں رواداری کی فضا کا پایا جانا بھی اشد ضروری ہے۔ جمہوری ممالک میں حزب اقتدار حزب اختلاف دو اہم سیاسی ادارے ہوتے ہیں جن کے بغیر ملک کی سیاسی اور جمہوری زندگی کا نظام نہیں چل سکتا۔ لیکن ان دونوں کے درمیان رواداری کا پایا جانا ضروری ہے۔ پاکستان میں تقریباً 95 فیصد جماعتوں کی بنیاد موروثیت یا مذہبی فرقہ بازی پر رکھی گئی ہے۔ جس کی وجہ سے معاشرے میں کشیدگی، تناؤ اور انا پرستی بڑھتی جا رہی ہے۔ ڈاکٹر محمد فاروق خان لکھتے ہیں کہ فرقہ بندی کی بنیاد پر سیاست کرنے کے دو بڑے نقصانات ہیں۔ پہلا یہ کہ فرقہ بندی کی بنیاد پر بننے والی کسی بھی جماعت میں دوسروں کیلئے کوئی کشش نہیں رہ جاتی دوسرا انتخابات میں علماء ایک دوسرے کے خلاف جب کھڑے ہو جاتے ہیں تو ایک گروہ دوسرے گروہ پر الزام تراشیاں کرتا ہے جس کے نتیجے میں عام مسلمان میں کنفیوژن اور مایوسی کی لہر دوڑ جاتی ہے۔

محمد امین جاوید لکھتے ہیں کہ عوام الناس کو پر امن محفوظ اور باعزت زندگی گزارنے کے قابل بنانے کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ عوام اور حکومت کے درمیان اعتماد کی فضا قائم ہو، اور حکومت پر عوام کا اعتماد اسی صورت میں قائم ہوتا ہے جبکہ حکومت عوام کے جائز مطالبات پر ہمدردانہ غور کر کے ان کو اچھے طریقے سے پورا کرنے کی کوشش کرے۔ نیز اُن معاملات کو خوش اسلوبی سے انجام دے جن کے لیے لوگ کارپردازان حکومت پر انحصار کرنے کے لیے مجبور ہوتے ہیں۔ اس غرض کے لیے انتظامیہ کا ذمہ دار مستعد، ہمدرد و خیر خواہ، غیر جانبدار اور انصاف پسند ہونا ضروری ہے۔ دُوسرے لفظوں میں اسے عوام کی خدمت کے جذبے سے سرشار ہونا چاہیے۔ اگر انتظامیہ ان صفات سے عاری ہو تو وہ اپنے طرز عمل سے لوگوں کے اندر نفرت اور برہمی کے بیج بوتی رہتی ہے۔ اس قسم کے حالات سے شر پسند عناصر ہمیشہ فائدہ اٹھاتے ہیں اور موقع پاتے ہی امن وامان کی صورت حال کو درہم برہم کر دیتے ہیں۔

<u>قومی تعمیر، پر امن معاشرہ اور نوجوان نسل کا کردار</u> جس طرح ایٹمی توانائی سے ایٹم بم بھی بنائے جا سکتے ہیں اور اسے انسانوں کے لامحدود فلاح و بہبود کے لئے استعمال کرنے کے امکانات بھی روشن ہیں، اسی طرح نوجوانوں کی طاقت بھی مثبت اور منفی انداز سے استعمال ہو سکتی ہے۔ خاندان کو غربت کی زندگی سے باہر نکال لائے۔ معاشرے میں رہتے ہوئے نوجوان نسل پر دو طرح کی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں ایک انفرادی اور دوسری اجتماعی، ہمارا ہر فعل معاشرے پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اگر ہم معاشرے میں رہتے ہوئے کسی قانون اور ضابطے کا خیال نہیں کرتے تو اپنے لئے دوسروں کیلئے تکلیف کا باعث بنتے ہیں۔ افسوس اس وقت ہوتا جب ہم خرابی کو دیکھتے ہیں مگر اظہار خیال کی جرات نہیں کرتے۔ حقیقت یہ ہے کہ

مناسب الفاظ اور برداشت کا مظاہرہ کر کے ہم معاشرتی مسائل کا خاتمہ کر سکتے ہیں۔ معاشرے میں برداشت ،رواداری اور باہمی احترام پیدا کرنا ہم سب کی ذمہ داری ہے۔اس کیلئے ضروری ہے کہ ہم میں جرات اظہار بھی ہو اور دوسروں کی تنقید سننے کا حوصلہ بھی۔تبادلہ خیالات سے بہت سے مسائل حل ہو جاتے ہیں۔اگر ہمیں اپنے علاقے ،خاندان،معاشرے اور ملک وقوم سے پیارے ہے تو ہمیں حق بات کہنے کا عزم وحوصلہ پیدا کرنا ہوگا اس مقصد کیلئے نوجوانوں کو چاہیئے کہ وہ قومی مسائل پر غور وفکر کی عادت ڈالیں اور سماجی مسائل کی نشاندہی کریں تا کہ روشن اور مستحکم پاکستان کا خواب پورا ہو سکے۔

حاصل بحث: پاکستان معاشرہ جن سیاسی وسماجی مسائل سے دوچار ہے ان میں سے ہم مسئلہ یہ ہے کہ وہ ادارے ٹوٹ پھوٹ اور زوال کا شکار ہیں جو معاشرے کو ہر شعبہ زندگی کیلئے اخلاق وکردار امانت ودیانت اور جذبہ حب الوطنی سے سرشار افراد مہیا کرتے ہیں جو بے غرض ،بے نفس اور بے لوث ہونے کے ساتھ معاشرہ کی تعمیر کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں۔ان اداروں میں تعلیم ،عدلیہ،پارلیمنٹ اور میڈیا شامل ہیں۔آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم پاکستانی معاشرے میں قانون کی حکمرانی اور تعلیمی نظام کو ٹھوس بنیادوں پر استوار کرنے کی منصوبہ بندی کریں تا کہ محبِّ وطن اور ذمہ دار افراد کی تیاری کا کام شروع کیا جا سکے جو ملک وقوم کی فلاح وبہبود کے لیے کام کریں۔محمد موسی بھٹو لکھتے ہیں کہ معاشرہ اگر ذمہ دار اور عملی مقاصد سے ہم آہنگ افراد پیدا کرنے کی صلاحیت سے بھرپور ہے تو پھر بہتر سے بہتر حکومتیں وجود میں آسکتی ہیں اور ریاست کو درپیش خطرات دور ہو سکتے ہیں۔ذمہ دار معاشرے کی مثال صحت مند توانا اور طاقتور جسم کی ہے۔جسم اگر طاقتور ہے تو جسم کے ہر عضو کو ضرورت کے مطابق خون مہیا ہوتا رہے گا۔اور ہر عضو اپنی جگہ بہتر طور پر کام کرتا رہے گا۔

قوموں کی زندگی میں سب سے اہم چیز قوموں کا مزاج ہے کہ قومی مزاج اگر صبر واحتیاط،عفو ودرگزر،اعتراف وحقیقت پسندی ہمدردی وتعاون اور امن ورواداری پر مبنی ہو تو ہر موقع پر لوگ صحیح روش اختیار کر لیتے ہیں لیکن اس کے برعکس اگر قوم میں انتہا پسندوں یا لڑائی بھڑائی کا مزاج ہو تو وہ غلط راستہ اپنا کر تباہی کے راستے پر چل پڑتی ہے۔قومی مزاج کو بنانے اور سنوارنے میں قوم کے رہنما اہم کردار ادا کرتے ہیں یعنی سیاستدان اساتذہ کرام،عوامی نمائندے،علماء،سکالرز اور صحافی وغیرہ۔بدقسمتی سے ہمارے ہاں روادار معاشرے کے قیام پر زور نہیں دیا گیا جس کا نتیجہ یہ ہے کہ زندگی کا ہر شعبہ انحطاط اور زوال کا شکار ہے۔غرض ایک روادار اور پرامن معاشرے میں نوجوان نسل اہم کردار ادا کر سکتی ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ حکومت ،عدلیہ،ذرائع ابلاغ اور سماجی کارکنان کو بھی ذمہ دار اور پرامن معاشرے کے قیام میں اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔